

افکار

ہم نے پچھلے ماہ کے ”افکار“ میں مدیر ”صدق“ لکھنو، کا ایک شذرہ نقل کیا تھا۔ جس میں مولانا محمد یوسف بنوری کے مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی میں تشریف لانے اور مرکزی ادارہ اور مولانا ممدوح کے مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں تعاون کے باہمی وعدوں کی خبر پر تبصرہ فرماتے ہوئے جناب مدیر ”صدق“ نے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ

”توقعات کو بہت زیادہ قائم کرنا صحیح نہ ہوگا۔ جو ادارے قائم ہی مختلف بنیادوں پر ہوں، ان کے درمیان تعاون بس ایک خاص ہی حد تک ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔“

ہم حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی ادبی ولایت کے دلی معتقد ہیں اور اس عقیدت کو اپنے لئے وجہ نازش و دلیل خوش ذوقی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمیں اب ان کے روحانی تصرف پر بھی ایمان لانا ہی پڑے گا۔ کیونکہ ۲۴ جولائی ۱۹۶۴ء کے ”صدق“ میں ان کی یہ پیشینگوئی شائع ہوئی اور چند روز بعد اگست ۱۹۶۴ء کے ماہنامہ ”بینات“ نے اس کے سچے ہونے کی ایک نہ دو بلکہ تین تین روشن دلیلیں فراہم کر دیں۔

(۱)

اگست کے ”بینات“ میں اس موقر دینی و علمی ماہنامہ کے سرپرست مولانا محمد یوسف بنوری نے ایک مقالہ تحریر فرمایا ہے جس کا عنوان ہے

مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی میں کی ہوئی علامہ بنوری کی ایک تقریر کی تلخیص ، اس مقالے کی تمہید کے دو جملے ہمارے نزدیک خصوصی توجہ کے مستحق ہیں :

(۱) اس مقالے کے تحریر فرمائیے کی وجہ بیان فرمائیے ہوئے حضرت مولانا ارشاد فرماتے ہیں :—

پھر روزنامہ ڈان انگریزی میں اور ماہنامہ ”فکر و نظر“ میں اس کا خلاصہ جس انداز سے پیش کیا گیا اس میں غلط فہمی کی گنجائش تھی ۔ کہ میں نے ادارے کے ساتھ غیر مشروط تعاون کا اظہار کیا ہے ۔ ادارے کے موجودہ طرز عمل سے میں مطمئن ہوں ۔ بلکہ ماہنامہ ”بینات“ کے خلاصے سے بھی کسی قدر غلط فہمی کا اندیشہ ہو سکتا ہے ۔ (ص ۱۶۱)

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ جناب مولانا نے ایک منتخب مجمع سے خطاب فرمایا ۔ اس خطاب کی روایت صرف کسی ایک فرد نے نہیں کی کہ یہ ”خبر واحد“ کہلاتی اور بعض ”منکرین روایت“ کے نزدیک لائق حجت نہ ہوتی ۔ بلکہ اس کو روایت کیا : (۱) انگریزی روزنامہ ڈان DAWN کے نامہ نگار خصوصی نے - (۲) ماہنامہ ”فکر و نظر“ کے رکن ادارہ نے - اور (۳) خود ماہنامہ ”بینات“ کے ادارے نے - ان میں سے کوئی روایت ”مرسل“ ”منقطع“ یا ”موقوف“ نہیں ، بلکہ یہ تینوں ”متصل“ و ”مرفوع“ تھیں ۔ ہمارے ذخیرہ روایات میں ”ثلاثیات“ کا یعنی ان روایتوں کا درجہ بہت بلند ہے جن کے درمیان کے راوی صرف تین ہوں۔ اور یہاں تو ان رواۃ ثلاثہ کی تینوں روایتیں بلا واسطہ ہیں ۔

اب رہے راوی تو شاید یہ کہا جائے کہ ”ڈان“ کا نامہ نگار خصوصی ”مجہول“ ہے اور شاید ”ضعیف“ بھی ہو ۔ اور ”فکر و نظر“ کے ارکان ادارہ؟ تو ان کا رسالہ ”بینات“ کے ہاتھوں ”مجروح“ ہونا تو ظاہر ہی ہے ۔ بالفرض یہ راوی ”ضعیف و مجروح“ ہوں ، تب بھی رسالہ ”بینات“ کی مجلس ادارت کے تمام ہی ارکان اس خطاب عمومی میں شاہد عینی و سماعی تھے ۔ ان راویوں کے ”ثقت“ و ”صدوق“ و ”عدول“ ہونے میں تو شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ۔ اور ان کی روایتیں خود مولانا ممدوح کے قول کے مطابق روزنامہ ”ڈان“ اور ماہنامہ ”فکر و نظر“ کے راویوں کی موید ہیں ۔

غرض علم الروایت کی رو سے اس روایت کے ”حسن“ ”صحیح“ و ”مشہور“ بلکہ ”متواتر“ ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اس پر مزید یہ کہ یہ روایت نہ صرف چند گھنٹے یا بدرجہ آخر چند دن میں ضبط تحریر میں آ گئی تھی۔ بلکہ ٹیپ ریکارڈ بھی کر لی گئی تھی اور یہ وہ احتیاط ہے جس کا تصور بھی اب سے چند سال قبل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ قصہ مختصر، علم الروایت کے اصول کے لحاظ سے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے خطاب کی ان تینوں روایتوں کے ”حجت قطعیہ“ ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس کے باوجود حضرت مولانا کو ان روایتوں سے جن میں خود ان کے اپنے رسالہ ”بینات“ کی روایت بھی شامل ہے ”غلط فہمی کا اندیشہ“ ہوا۔ اور ان تمام راویوں کی پیدا کردہ ”غلط فہمی“ کو (جس کا سلسلہ دراز ہندوستان کے ”صدق جدید“ تک جا پہنچتا ہے) دور کرنے کے لئے انہیں یہ مقالہ تحریر فرمانا پڑا۔ تو ہم بہ صد ادب و احترام حضرت مولانا سے سوال کرنے کی جرات کرینگے کہ کیا ہم اس چھوٹے سے واقعے سے یہ بڑا سبق نہیں حاصل کر سکتے کہ

واقعات و اقوال کی قطعی صحت بیان پر اعتماد کے لئے روایت کے اصول تنہا ہرگز کافی نہیں ہیں

(۲) مولانا بنوری نے اس تمہید میں ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب کے مقالہ ”سنت و حدیث“ کا ضمناً کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

”جن انگریزی ماخذ سے اس کا تانا بانا لیا گیا ہے اتفاق سے ہمارے کتب خانہ میں عربی زبان میں وہ سارا ذخیرہ موجود ہے جس سے یہ اندازہ ہوا کہ ان نام نہاد تحقیقات میں مستشرقین کی تقلیدات ہی جلوہ گر ہیں۔“ (ص ۱۵۹)

ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کا ”سنت و حدیث“ پر مبسوط اور حشو و زوائد سے محفوظ مقالہ ہمارے اس ماہنامہ کی پانچ قسطوں میں شائع ہو چکا ہے۔ وہ ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ جن میں عمیق، عمومی اور جامع بحثوں کے علاوہ تیس سے زائد احادیث پر تفصیلاً کلام کیا گیا ہے۔ ہم حضرت مولانا سے گزارش کرینگے کہ ”جن انگریزی ماخذ سے اس کا تانا بانا لیا گیا ہے“ ان کے تفصیلی حوالے پیش فرمائیں اور بتائیں کہ

- (۱) اس پر مغز اور معرکتدارا مقالے کے ۹۲ صفحات میں سے کون کونسے صفحے اور کون کونسی سطرین کن کن ”انگریزی“ ماخذوں سے ماخوذ ہیں۔ اور
- (۲) تیس سے زائد حدیثوں میں سے کتنی اور کن کن حدیثوں پر ان ”مستشرقین“ نے کیا کلام کیا ہے۔

ہم حضرت مولانا سے درخواست کرینگے کہ وہ ایک کالم میں ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کی ”ماخوذ“ تحریر اور اس کے مقابل کالم میں ان کے ”انگریزی ماخذوں“ کے اصل متن نہ سمی ان کے عربی ترجمے شائع فرمائیں تاکہ بات بالکل صاف ہو جائے۔ ہم پورے ادب و احترام کے ساتھ ان سے ایک اور التجا کرینگے کہ وہ اقتباسات کے نقل کے کام کو بہ نفس نفیس سر انجام دینے کی زحمت گوارا فرمائیں اسے ابواسامہ عجمی یا حبیب اللہ مختار جیسے ان طالب علموں کے سپرد نہ فرمائیں جنہوں نے **بَحْرُ فَوْنِ الْكَلَمِ عَنْ مَوَاضِعِهِ** کی عملی تفسیر میں درجہ تخصص حاصل کر رکھا ہے۔

مولانا محمد یوسف بنوری کا محولہ بالا بیان بڑا عمومی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کے اس مقالے کے ۹۲ صفحات اگر تمام تر نہیں تو بیشتر یقیناً ”انگریزی ماخذوں“ سے ماخوذ ہیں۔ ہمیں حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کی جلالت شان کا احترام ہے اس لئے ہمیں امید ہے کہ انہوں نے ایسا عام اور قطعی بیان پوری ذمہ داری کے ساتھ دیا ہوگا اور اس کے لئے ان کے پاس پہلے سے ثبوت موجود ہوگا۔ ان کی اس ذمہ داری کی بنا پر ہم ان سے ثبوت کے لئے درخواست کرنے بلکہ اس کا مطالبہ کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ان شواہد کو جن کی بنا پر انہوں نے یہ عمومی بیان بڑے دعویٰ کے ساتھ دیا ہے اپنے کتب خانہ تک جس میں ”عربی زبان میں وہ سارا ذخیرہ موجود ہے“ محدود نہ رکھینگے بلکہ ماہنامہ ”بینات“ کی قریب ترین اشاعت میں تقابلی جدول کی شکل میں شائع فرمائینگے۔ اور اگر وہ مناسب سمجھیں تو ان کے مہیا کردہ شواہد کو ”فکر و نظر“ کے صفحات پر شائع کرنے کے لئے ہم بخوشی تیار ہیں۔

(۲)

”بینات“ کی اسی اشاعت میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ، نیو ٹاؤن، کے حدیث کے درجہ، تخصص کے ایک طالب علم محمد حبیب اللہ مختار دہلوی نے ”وضع حدیث کی تاریخ اور قدامت محدثین پر وضع حدیث کا بے جا الزام“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں وضع حدیث کی تاریخ پر بعض مصنفوں کے اقوال جمع کرنے سے پہلے مضمون نگار نے ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کے مقالہ ”سنت و حدیث“ کی پانچویں قسط (”فکر و نظر“ جنوری و فروری ۱۹۶۳ء کا مشترکہ شمارہ) کے چند اقتباسات ”غیر ذمہ دارانہ طور پر“ ”یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں“ اور اس قسم کے دوسرے فقروں کی تمہیدوں کے ساتھ نقل کر دیئے ہیں۔ اور اس کے بعد اپنا سارا زور قلم اور جوش غضب اس بات پر صرف کیا ہے کہ

”ہم وضع حدیث کے متعلق نظریہ مستند کتابوں سے نقل کر کے ”مقالہ نگار“ کی کوتاہ نظری کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں خصوصاً امام نووی رحمہ پر ان کی شرمناک دست درازی کو واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔“ (ص ۱۲۲)

امام نووی رحمہ پر مبینہ ”شرمناک دست درازی“ کی داستان بڑی دردناک ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب نے اس بنیادی مفہوم کی وضاحت کے لئے جس کے لحاظ سے وہ فقہی و کلامی قسم کی احادیث کی حجیت کے قائل ہیں، چار تنقیحات پیش کی تھیں (ملاحظہ ہو ”فکر و نظر“، جنوری و فروری کا مشترکہ شمارہ ص ۹ تا ص ۱۷) ان میں سے تنقیح دوم یہ تھی کہ

”ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ محدثین خود اپنی مساعی کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔ کیا وہ تمام صحیح کہلانے والی احادیث مرفوع کے رسول اللہ علیہ وسلم سے تاریخی صحت کے ساتھ مروی ہونے کے قائل تھے؟ ان سوالات کا جواب دینے وقت ہمیں مندرجہ ذیل روایات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔“ (ص ۱۲)

مندرجہ بالا تمہید کے بعد ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب نے مستند محدثوں کی کتابوں سے پانچ روایتیں پیش کی تھیں۔ ان میں سے دوسری اور تیسری روایتیں ”فکر و نظر“ شمارہ مجولہ بالا کے صفحات ۱۷ و ۱۴ پر جس طرح درج ہیں ان کو یہاں پر نقل کیا جاتا ہے، بلکہ ان کا عکسی چربہ پیش کیا جاتا ہے۔

ہیں، وضع حدیث کے خلاف سب سے مضبوط کاوش وہ مشہور حدیث تھی جو
یا تو اتر مروی ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں :-

عن کذب علی متعمداً فلیتبوا ثمتہم ^۱ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر بہتان
باندھا، اس نے جہنم میں اپنا ٹھکانا بنایا
من النار

اس حدیث کے الفاظ میں بن میں ترمیم کر کے الفاظ لیضریٰ وہ کا معنی خیر اضافہ
کیا گیا۔ یعنی یہ کہ "جس نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے جان بوجھ کر مجھ پر
بہتان باندھا، اس نے جہنم میں اپنا ٹھکانا بنایا"

امام طحاوی ^۲ (متوفی ۳۲۰ھ) نے اپنی مفید کتاب مشکلی الآثار میں
تفصیل کے ساتھ ان مختلف اسنادوں پر بحث کی ہے جن سے یہ ترمیم شدہ
حدیث مروی ہے اور ان کی صحت پر شک کیا ہے۔ لیکن یہاں بحث
اس حدیث کی صحت یا عدم صحت سے نہیں۔ بلکہ اس امر سے ہے کہ وہ اصلاً
حدیث کے ایک خاص رجحان کی ترجمان ہے۔ چنانچہ ہمارے قیاس کی تائید
امام نووی ^۳ شارح صحیح مسلم (متوفی ۷۲۷ھ) کے اس قول سے ہوتی ہے کہ اسی
روایت کی بنیاد پر یہ عام اصول بنایا گیا کہ استدلال جو وضع الحدیث والقریب
والترعیب یعنی "ترعیب وترعیب کے مضامین کی دہرہ پر بازی کے جذبات
پیدا کرنے والی حدیثیں وضع کرنا جائز ہے۔ امام نووی نے یہ اصول کئی اُمید
کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کا یہ کہنا ہے کہ بہت سے جاہلوں اور غلو
نے اس اصول کی پیروی کی ہے۔ لیکن اگر امام غزالی ^۴ کی احیاء علوم الدین
جیسی کتاب میں پیش نظر میں تو اس "اصول" کے اتباع کو جاہلوں اور غلو
تک محصور کرنا دشوار ہوگا۔

۳، یہی امام نووی ^۳ راوی ہیں کہ بعض حضرات نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ
مندرجہ بالا مشہور و متواتر حدیث میں الفاظ کذب علی میں۔ عربیہ صلی
کے صلے سے مقبوعہ "مخالفت"۔ نقصان" وغیرہ کا تعلق ہے۔ اور یہ ہر گز
ویداد کی لئے حدیثیں بنانے میں "موافقت" اور "تقیہ" کا پہلو ہے۔
اس لئے ایسی حدیثیں وضع کرنے پر حدیث مذکورہ بالا کی "جہنم میں ٹھکانا
بنانے" کی ویدکا اطلاق نہیں ہوگا۔ امام نووی ^۳ کے اپنے بلیغ الفاظ یہ ہیں :-
"ان هذا کذب لہ علی اللہ علیہ وسلم لا علیہ"

ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا اقتباسات میں امام نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے دو روایتیں پیش کی گئی ہیں جو تحریک حدیث کے بعض انتہا پسند حامیوں کے عقائد پر مشتمل ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ ان کے محض راوی و ناقل ہیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ وہ خود ان کے قائل ہیں۔ ان میں سے دوسری روایت کو امام نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے کہ ”یہی امام نووی رحمہ اللہ راوی ہیں کہ بعض حضرات نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ...“ اب اس ”نکتہ“ کو اردو زبان کی ساڑھے چار سطروں میں پیش کرنے کے بعد فاضل مقالہ نگار نے یہ محسوس کیا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے جو روایت دس لفظوں میں بیان کی تھی (جن میں سے چار الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے ہیں) اس کے لئے اردو کی ساڑھے چار سطریں لکھنی پڑیں۔ اس احساس کے تحت اور ساتھ ہی ساتھ روایت باللفظی احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے فاضل مقالہ نگار نے امام نووی رحمہ اللہ کی اس روایت کو خود ان کے اپنے بلیغ الفاظ میں پیش کر دیا۔ روایت میں ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کی اس درجہ احتیاط سے حدیث کے درجہ تخصیص کے اس طالب عام نے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان کی مسلسل عبارت کے آخری جملے کو بقیہ عبارت سے الگ کر کے اس طرح پیش کیا کہ

”اس کے بعد امام نووی رحمہ اللہ کی جانب کسی بے باکی سے ایک غلط نسبت کرتے ہیں کہ ’امام نووی رحمہ اللہ کے اپنے بلیغ الفاظ یہ ہیں‘ ”ان هذا كذب له صلى الله عليه وسلم لا عليه“ (ص ۱۴۳ - ۱۴۴)۔

یعنی ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کے مقالے میں جو امام نووی رحمہ اللہ کی روایت تھی اس نے مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے درجہ تخصیص تک پہنچتے ہوئے ان کے اپنے قول کی شکل اختیار کر لی۔ اس شاندار تحریف کے بعد حدیث کے درجہ تخصیص کے اس طالب علم نے متعدد صفحات پر اپنی قابلیت اس تحصیل حاصل میں صرف کی ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ ”ہرگز نہیں“ انہوں نے تو دوسروں کا یہ قول نقل کیا ہے اور یہ ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کی ”بے باکی“ (ص ۱۴۳) اور ”شرمناکہ دست درازی“ (ص ۱۴۴) ہے اور ”محقق موصوف کے مذکورہ بالا بیان کا حسب ذیل فقرہ انتہائی تعجب خیز ہے“ (ص ۱۵۴)۔

اس مضمون کی اہمیت کو نمایاں کرتے ہوئے ”بینات“ کے رکن ادارہ جناب غلام محمد نے اس کی پیشانی پر اپنے ادارتی نوٹ کی مہر ثبت کرتے ہوئے اسے مدرسہ اسلامیہ عربیہ نیو ٹاؤن کے حدیث کے درجہ تخصص کے ”طریق کارکردگی“ معیار اور اس کی افادیت کا نمونہ بنا کر پیش کیا ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ وضع حدیث میں درجہ تخصص کے ”طریق کارکردگی“ کا یہ یقیناً مثالی نمونہ ہے۔ اس کی ”افادیت“ اس لحاظ سے قابل ستائش ہے کہ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کرامیہ اور ان کی قسم کے دوسرے اصحاب الحدیث کیولکر ”دین کی خدمت“ کے لئے ”حدیث“ کی ”حفاظت“ کا دعویٰ کرتے تھے۔

(۳)

رسالہ ”بینات“ کے مذکورہ بالا شمارے میں آخری مضمون پورے ایک صفحے کی اس جلی سرخی کے ساتھ شائع ہوا ہے ”ماہنامہ بینات کراچی۔ اس کے مقاصد اور اس کی خدمات کا اجمالی تعارف“ رسالے کی امداد کی اس اپیل کی تقویت کے لئے رسالے کے کارکنوں نے ”اساس اسلام کی حفاظت اور عصری فتنوں کی مدافعت“ کے سلسلے میں اپنی خدمات کی تشہیر کی ہے۔ ان ”عصری فتنوں“ میں جناب غلام احمد پرویز، عائلی کمیشن، جناب محمود احمد عباسی اور ”ایک بڑی موثر شخصیت“ یعنی ڈاکٹر شیخ محمد اکرام صاحب کے ساتھ ادارہ تحقیقات اسلامی کا ذکر خیر بھی موجود ہے۔

مولانا محمد یوسف بنوری صاحب کا اصرار ہے کہ ان کی تعاون کی پیشکش غیر مشروط نہیں تھی۔ ہمیں ان سے پورا پورا اتفاق ہے اور اگر ان کی شرائط میں ایک شرط یہ ہے کہ ہم ان کی مالی امداد کی اپیلوں کی تائید کے لئے اپنے آپ کو بطور ہدف پیش کریں تو ہمیں یہ بھی قبول ہے۔ لیکن وہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کی اس اپیل کے مندرجہ ذیل جملے سے اپنا اختلاف ظاہر کریں۔ اپیل نویس لکھتے ہیں کہ :

”ابو اسامہ صاحب کے تفصیل مضمون نے ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کے مضمون کو بالکل بے اثر کر دیا“۔

”فکر و نظر“ کے قارئین کرام پر یہ واضح ہے کہ ہم نے مارچ اور اپریل سنہ ۱۹۶۴ء کے شماروں میں ابو اسامہ عجمی کے حد درجہ دل آزار اور غیر علمی مضمون کی دو قسطیں رسالہ ”بینات“ سے نقل کی تھیں۔ اور اس کی کذب بیانی اور تحریفات کی نشان دہی کرتے ہوئے رسالہ ”بینات“ کے ذمہ دار اصحاب سے استغاثہ کیا تھا جس کے جواب میں جون سنہ ۱۹۶۴ء کے ”بینات“ میں یہ حتمی وعدہ کیا گیا تھا کہ ہمارے تبصرہ کا ”جلد ہی“ جواب دیا جائیگا۔ لیکن کم از کم اگست سنہ ۱۹۶۴ء کے مجولہ بالا شماره تک اس وعدے کا ایفا نہیں ہوا۔ اس کی ہمیں شکایت ہرگز نہیں۔ لیکن اسے کیا کہئے کہ اب تحریفات اور کذب کے اس مجموعے کے بارے میں ”تجدیدِ نعمت کے طور پر“ کہا جا رہا ہے کہ اس نے ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب کے مقالہ ”تحقیق ربوا“ کو ”بالکل بے اثر کر دیا۔“ ویسے ہمیں تو یہ اعتراف ہے کہ ابو اسامہ عجمی کے مضمون کی اشاعت سے بھی پہلے ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب کا مقالہ ان اصحاب کے لئے یقیناً بے اثر تھا جن کے لئے کہا گیا ہے کہ :

مرد نادان پر کلام نرم و نازک بے اثر

